خطبہ جمعہ

جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہّد خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے

والدین جو نیکی کیا کرتے تھے اور بیچ میں عمر منقطع ہو گئی اس نیکی کو اگر جاری رکھا جاسکتا ہے تو وہ نیکی ایسی ہے جو والدین کے درجات کو بلند کرنے کا موجب بنے گی

خطبہ جمعہ ارشاد فرمودہ سیدنا امیرالمومنین حضرت مرزا طاہر احمد خلیفة المسیح الرابع ایدہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز۔
فرمودہ ۴؍ فروری ۲۰۰۰ء بمطابق ۴؍ تبلیغ ۱۳۷۹ھجری شمسی بمقام مسجد فضل لندن (برطانیہ)

(خطبہ جمعہ کا یہ متن ادارہ الفضل اپنی ذمہ داری پر شائع کر رہا ہے)

أشهد أن لا إله إلا الله وحده لا شريك له وأشهد أن محمداً عبده و رسوله۔

أما بعد فأعوذ بالله من الشيطان الرجيم۔ بسم الله الرحمٰن الرحيم ۔

الحمدلله رب العٰلمين ۔ الرحمٰن الرحيم ۔ مٰلك يوم الدين ۔ إياك نعبد و إياك نستعين ۔

اهدنا الصراط المستقيم ۔ صراط الذين أنعمت عليهم غير المغضوب عليهم ولا الضالين۔

﴿وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا . اِمَّا يَبْلُغَنَّ عِنْدَكَ الْكِبَرَ اَحَدُهُمَآ اَوْ كِلٰهُمَا فَلَا تَقُلْ لَّهُمَآ اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَ قُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا. وَاخْفِضْ لَهُمَا جَنَاحَ الذُّلِّ مِنَ الرَّحْمَةِ وَقُلْ رَّبِّ ارْحَمْهُمَا كَمَا رَبَّيٰنِىْ صَغِيْرًا﴾۔

(سورة بنی اسرائیل آیات ۲۴، ۲۵)

ان کا سادہ ترجمہ یہ ہے: اور تیرے ربّ نے فیصلہ صادر کر دیا ہے کہ تم اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور والدین سے احسان کا سلوک کرو۔ اگر ان دونوں میں سے کوئی ایک تیرے پاس بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا وہ دونوں ہی، تو اُنہیں اُف تک نہ کہہ اور انہیں ڈانٹ نہیں اور انہیں نرمی اور عزت کے ساتھ مخاطب کر۔ اور ان دونوں کے لئے رحم سے عجز کا پَر جُھکا دے اور کہہ کہ اے میرے ربّ! ان دونوں پر رحم کر جس طرح ان دونوں نے بچپن میں میری تربیت کی۔

اس سلسلہ میں ایک حدیث جو میں نے اختیار کی ہے وہ صحیح مسلم میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا اس کی ناک خاک آلودہ ہو، اس کی ناک خاک آلودہ ہو، اس کی ناک خاک آلودہ ہو۔ صحابہؓ نے عرض کیا: کس کی؟ فرمایا: وہ شخص جس نے اپنے ماں باپ دونوں کو یا دونوں میں سے کسی ایک کو بڑھاپے کی عمر میں پایا اور پھر جنت میں داخل نہ ہو سکا۔ (صحیح مسلم کتاب البر والصلة)

یہاں ناک خاک آلود ہونا، ایک محاورہ ہے کہ وہ شخص رسوا اور ذلیل ہو گیا، مٹی میں رگڑا گیا۔ تو خاک آلود ہونے کو لفظی معنوں میں نہ لیں۔ مگر مراد اس سے یہی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے اس آیت کریمہ کا جس کی میں نے تلاوت کی ہے ماں باپ کے تعلق میں بہترین ترجمہ فرمایا ہے۔

ماں باپ کے متعلق جو حسن سلوک کی تعلیم ہے کوئی ایک بڑھاپے کی عمر کو پہنچے یا دونوں پہنچ جائیں اس سلسلہ میں لوگوں میں کچھ حکایتیں بھی مشہور ہیں اور کچھ حکایتیں ایسی بھی ہیں جو واقعات پر مبنی ہیں۔ ان لوگوں کا نام لئے بغیر یہ بتانا چاہتا ہوں کہ بعض لوگ اپنے بوڑھے باپ سے ایسا سلوک بھی کرتے ہیں کہ اس کو نوکروں کے کوارٹروں میں جگہ دیتے ہیں۔ اس کے لئے اپنے پھٹے پرانے کپڑے رکھتے ہیں تاکہ وہ کسی غریب کو صدقہ دینے کی بجائے اپنے باپ کو دے دیں۔ ایسا ہی ایک واقعہ مشہور ہے اور جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے کہ ایسے واقعات میں کچھ صداقت بھی ہے۔ واقعہ یہ مشہور ہے کہ ایک باپ کو اپنا بچہ بہت پیارا تھا۔ ایک دفعہ اس نے اس کے کمرے کی تلاشی لی، دیکھا کہ کیا جمع کرتا ہے۔ اس میں بہت پھٹے پرانے بڑے سائز کے کپڑے پڑے ہوئے تھے۔ تو باپ نے حیرت سے پوچھا: بیٹا! تم نے اپنے کمرے میں یہ کیا گند جمع کیا ہوا ہے۔ اس نے کہا یہ آپ کے لئے ہے۔ جس طرح آپ نے میرے دادا کے لئے گندے کپڑے رکھے ہوئے تھے تو میں نے کہا وہی سلوک آپ سے ہونا چاہئے۔ جب آپ بڑی عمر کو پہنچیں گے تو آپ کو میں یہی کپڑے پہناؤں گا جو آپ میرے دادا کو پہنایا کرتے تھے۔ تو یہ ایک سبق آموز بات ہے۔ لیکن جیسا کہ میں نے عرض کیا ہے واقعةً لوگ اپنے باپ سے اور بعض دفعہ اپنی ماؤں سے ایسا سلوک کرتے ہیں جو نہایت ناقابل برداشت ہے۔ تو حضرت اقدس محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم کی یہ نصیحت میں ان کو پہنچا دیتا ہوں کہ اگر تم نے ماں باپ یا دونوں کے قدموں سے جنت نہ لی تو ساری عمر ضائع کر دی اور اسی کے متعلق ایک اور حدیث میں آتا ہے کہ اگر رمضان گزر جائے اور کوئی شخص جنت نہ کما سکے اس پر بھی تُف ہے۔ پس ابھی رمضان بھی گزرا ہے اس کے پس منظر میں یہ بھی یاد رکھیں کہ ماں باپ کی خدمت کی جتنی توفیق مل سکے وہ ضرور کریں۔ باپ کے متعلق تو کہہ سکتے ہیں کہ بعض دفعہ وہ اولاد پر سختی بھی کرتا ہے، مائیں بھی کرتی ہیں مگر جیسا دل ماں کا نرم ہے ایسا بچے کے لئے اور کسی کا دل نرم نہیں ہوتا۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے ایک موقعہ پر فرمایا اور حضرت ابو امامہؓ سے یہ روایت ہے کہ ایک آدمی نے کہا: اے اللہ کے رسول! ماں باپ کا اولاد پر کیا حق ہے؟ فرمایا: وہ دونوں تیری جنت اور دوزخ ہیں۔ (رواہ ابن ماجہ)

یعنی ماؤں کے قدموں تلے جو جنت کا خیال ہے میں پہلے بھی عرض کر چکا ہوں کہ بعض ماؤں کے قدموں تلے دوزخ بھی ہوتی ہے۔ تو آنحضور صلی اللہ علیہ وعلیٰ آلہ وسلم نے فرمایا ماں اور باپ دونوں کے قدموں تلے تیری جنت ہے اور تیری دوزخ بھی ہے جو چاہے ان سے حاصل کرے۔

حضرت عبدالرحمٰن بن ابی بکرہ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ انہوں نے بیان کیا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: کیا میں گناہ کبیرہ سے آگاہ نہ کروں؟ آپؐ نے یہ الفاظ تین دفعہ دہرائے۔ صحابہؓ نے عرض کی ضرور بتائیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ آپؐ نے فرمایا اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا اور والدین کی نافرمانی کرنا۔ آپ ٹیک لگا کر بیٹھے ہوئے تھے پھر سیدھے ہو کر بیٹھ گئے اور فرمایا جھوٹ سے بچو۔ آپؐ نے اس بات کو اتنی دفعہ دہرایا کہ میں نے دل میں کہا کہ کاش آپ خاموش ہو جائیں۔ (بخاری کتاب الادب باب عقوق الوالدین من الکبائر)

تو جھوٹ سے بچنا بھی ایک نعمت ہے اور جھوٹے ہی اللہ کا شریک ٹھہراتے ہیں۔ اس لئے خدا تعالیٰ کا شریک نہ ٹھہرانا یہ بڑی نیکی ہے۔ اور شریک ٹھہرانا بہت بڑی بدی قرار دیا گیا ہے۔ اور اسی طرح والدین کی نافرمانی کو بھی اس میں شامل فرما دیا ہے اور ان سب سے بڑھ کر جھوٹ ہے جو انسان کی ساری زندگی برباد کر دیتا ہے۔

حضرت انس بن مالک رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مسند احمد بن حنبل میں مروی ہے کہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: جس کی خواہش ہو کہ اس کی عمر لمبی ہو اور رزق میں فراوانی ہو تو اس کو چاہئے کہ اپنے والدین سے حسن سلوک کرے اور صلہ رحمی کی عادت ڈالے۔

حضرت عبداللہ بن عمرو بن العاص کہتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور کہنے لگا کہ، مَیں اللہ تعالیٰ سے اجر و ثواب کے حصول کی خاطر ہجرت اور جہاد پر آپ کی بیعت کرتا ہوں، ہجرت اور جہاد پر۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تمہارے والدین میں سے کوئی زندہ ہے؟ اس نے کہا بلکہ دونوں زندہ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تُو اللہ سے اجر چاہتا ہے؟ اس نے کہا جی۔ اس پر آنحضرت ﷺ نے فرمایا: پس جا اور ان دونوں سے حسن سلوک کر۔ (مسلم کتاب البر والصلة)

اسی طرح سنن ابی داؤد سے یہ روایت لی گئی ہے۔ حضرت ابو اُسید ساعدی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ ایک مرتبہ ہم رسول اللہ ﷺ کے پاس بیٹھے ہوئے تھے کہ بنو سلمہ کا ایک آدمی

آیا۔ اُس نے کہا: کیاماں باپ کے مرنے کے بعد مجھ پر کوئی چیز ہے کہ جس کے ذریعہ ان کے ساتھ کوئی نیکی کی جاسکے۔ فرمایا: ہاں ان کی بخشش کے لئے دُعا کرنا، ان کے وعدوں کو پورا کرنا اور اس رشتہ داری کو ملانا جواُن کے ساتھ ہی ملائی جاسکتی ہے اوران کے دوستوں سے عزت سے پیش آنا۔

(سنن ابو داؤد کتاب الادب)

پس والدین کے حق میں جو دعائیں ہیں ان کے علاوہ یہ عملی تعلیم بھی ہے جس پر عمل بڑا ضروری ہے۔ والدین جو نیکی کیا کرتے تھے اور بیچ میں عمر کٹ گئی یعنی عمر منقطع ہو گئی اس نیکی کو اگر جاری رکھا جاسکتا ہو تو وہ نیکی ایسی ہے جو والدین کے درجات کو بلند کرنے کا موجب بنے گی۔

اس ضمن میں چندہ جات ہیں ۔ بہت سے والدین باقاعدگی کے ساتھ چندہ دیتے ہیں اور وعدے کر دیتے ہیں بڑے چندوں کے۔ مگر اس سے پہلے کہ وہ پورا کر سکیں ان کو موت آ جاتی ہے۔ تو ایسی صورت میں بچوں کا فرض ہے کہ اگر وہ حقیقت میں ماں باپ سے محبت کرتے ہیں اور ان کے مرنے کے بعد ان کے لئے کچھ کرنا چاہتے ہیں تو خواہ باپ فوت ہو جائے اس خواہش کے ساتھ کہ میں یہ چندہ دونگا یا ماں فوت ہو جائے، دونوں کے لئے بچوں کو اس نیکی کو جاری رکھنا چاہئے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں یہ نیکی پائی جاتی ہے۔ میں جانتا ہوں کہ ماں باپ کے مرنے کے بعد کثرت سے ان کے چندوں کو پورا کیا جاتا ہے۔ بچے چین نہیں لیتے جب تک ان کی اس نیک خواہش کو پورا نہ کرلیں خواہ کتنا ہی بوجھ اٹھانا پڑے۔ تو اللہ تعالیٰ کے فضل سے جماعت میں یہ نیکی بہت عام ہے۔

دوسرے اس میں فرمایا گیا ہے اس رشتہ داری کو ملانا جو اس کے ساتھ ہی ملائی جاسکتی ہے۔ یعنی ماں باپ کے وقت میں تو ان کے رشتہ داروں کے ساتھ حسن سلوک کو دیکھ کر تم لوگ بھی ان رشتہ داروں سے حسن سلوک کر دیتے ہو۔ وہ گھر میں آتے ہیں ہنس کر بات کرتے ہو، عزت سے سوال کرتے ہو۔ لیکن کئی ایسے لوگ ہوتے ہیں جو ماں باپ کے گزرنے کے بعد پھر ان کو بھول جاتے ہیں۔ تو اُن کو ہمیشہ یاد رکھنا چاہئے۔ ایسے جلسہ کے موقعہ پر بھی مہمان آتے ہیں جو کسی زمانے میں ماں باپ کو بہت پیارے تھے اور عزیز تھے۔ ان کی رشتہ داری تھی یا نہیں تھی مگر ان سے بہت حسن سلوک کیا کرتے تھے تو ان کے مرنے کے بعد جو نیکیاں ان کو پہنچائی جاسکتی ہیں ان میں ان کے لئے عزت کے ساتھ اپنے گھر میں جگہ بنانی اور ان کے لئے ہر قسم کی آسائش کے سامان مہیا کرنے یہ بھی ایک بہت اہم نیکی ہے۔ ساتھ ہی فرمایا ان کے دوستوں کی بھی عزت کرنی چاہئے۔ صرف رشتہ داروں کے لئے نہیں بلکہ دوستوں کے لئے۔

ایک حدیث صحیح مسلم سے حضرت عبداللہؓ بن عمرو سے روایت ہے۔ انہوں نے کہا کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: اپنے ماں باپ کو گالی دینا کبیر گناہ ہے۔ صحابہؓ نے عرض کیا: اے اللہ کے رسول، کوئی شخص اپنے ماں باپ کو بھی گالی دیتا ہے؟۔ فرمایا: ہاں وہ دوسرے آدمی کے ماں اور باپ کو گالی دیتا ہے تو اپنے ہی ماں باپ کو گالی دیتا ہے۔ (صحیح مسلم کتاب الایمان)

اس ضمن میں یاد رکھنا چاہئے کہ جب وہ دوسرے کے ماں باپ کو گالی دیتا ہے تو وہ غصہ میں آ کر پھر اس کے ماں باپ کو گالی دیتے ہیں اور اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کی تعلیم ہے کہ جھوٹے بتوں کو بھی گالی نہ دو حالانکہ ان کا کوئی وجود نہیں مگر نادان ان کے پوجنے والے غصہ میں آکر پھر خدا کو بھی گالیاں دیں گے جس کی تمہیں گہری تکلیف پہنچے گی۔ تو اپنے ماں باپ کو گالی دینے سے مراد یہی ہے کہ کسی دوسرے کے ماں باپ کو گالی دینا۔ ہمارا معاشرہ خصوصاً پنجاب میں تو ایسا گندہ ہے کہ ہر وقت گالیاں دیتے ہیں۔ چھوٹے چھوٹے بچے گلیوں میں اپنے ماں باپ کو گالیاں دیتے پھرتے ہیں اور ان کو پتہ ہی نہیں کہ وہ کیا کہہ رہے ہیں۔ نہایت غلیظ زبان استعمال کرتے ہیں یہاں تک کہ ہل چلانے والے زمیندار بیل کے ماں باپ کو بھی گالیاں دے رہے ہوتے ہیں۔ تو اس گندے معاشرے سے ہمیں بہرحال نکلنا ہے اور جماعت احمدیہ ہے جو زبانوں کو پاک کرنے کی ایک تحریک چلائے اور گلی گلی سے سلام کی آوازیں تو اٹھیں مگر گالیوں کی بد دعائیں نہ اٹھیں۔ ربوہ والوں کو میں خصوصیت سے یہ نصیحت کرتا ہوں کیونکہ وہاں بہت سے باہر سے آنے والے لوگ دیکھتے ہیں، بڑے غور سے دیکھنے کی کوشش کرتے ہیں کہ ان کے اندر کیا باتیں ہیں اور اس کے لئے بچوں سے بہتر اور کوئی چیز نہیں۔ اگر بچوں کے اخلاق کا علم ہو جائے تو بڑوں کے اخلاق کا بھی علم ہو جاتا ہے۔ تو وہاں کے بچوں کو زبان پاک رکھنے کی بہت تلقین کرنی چاہئے۔ سب جگہ جماعت کو یہی تلقین کرنی چاہئے مگر خصوصاً ربوہ میں چونکہ لوگ باہر سے آکر دیکھتے ہیں اس خیال سے میں کہہ رہا ہوں کہ وہاں ان کی زبان پاک اور صاف رکھنے کی بہت کوشش ہونی چاہئے۔

ایک روایت سنن ابوداؤد کتاب الجہاد سے لی گئی ہے اس میں حضرت عبداللہ بن عمرؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نبی کریم ﷺ کی خدمت میں ہجرت پر بیعت کرنے کی غرض سے حاضر ہوا اور اس نے اپنے والدین کو اس حال میں چھوڑا کہ وہ رو رہے تھے۔ چنانچہ آنحضرت ﷺ نے فرمایا: اپنے والدین کے پاس لوٹ جاؤ اور ان کو ویسے ہی ہنساؤ جیسے تم نے انہیں رلایا ہے۔ اللہ بہتر جانتا ہے غالباً یہ وحی خفی کے ذریعہ رسول اللہ ﷺ کو علم ہوا ہو گا کہ اس حال میں آیا ہے کہ والدین کو روتا چھوڑ کر آیا ہے۔

سنن نسائی میں حضرت معاویہؓ بن جاہمہؓ سے روایت ہے کہ جاہمہؓ نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا اے اللہ کے رسول! مَیں آپ سے مشورہ کرنے کے لئے آیا ہوں۔ اس کا مطلب ہے جاہمہؓ بھی صحابی تھے اس لئے دونوں پر رضی اللہ عنہ کا نشان ہونا چاہئے تھا۔ پس حضرت معاویہؓ بن جاہمہ رضوان اللہ علیہم کی روایت ہے کہ جاہمہ نبی ﷺ کے پاس آئے اور کہا کہ مَیں جہاد کے لئے جانا چاہتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا: کیا تیری ماں ہے؟ اس نے کہا ہاں۔ فرمایا: اس کو لازم پکڑ۔ جنت اس کے پاؤں کے نیچے ہے۔ (سنن نسائی کتاب الجہاد)

حضرت ابوہریرہؓ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص آنحضرت ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ لوگوں میں سے میرے حُسنِ سلوک کا کون زیادہ مستحق ہے؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے پوچھا پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: تیری ماں۔ اس نے (چوتھی بار) پھر پوچھا، پھر کون؟ آپؐ نے فرمایا: تیرا باپ۔ پھر درجہ بدرجہ قریبی رشتہ دار۔

(صحیح بخاری کتا ب الادب با ب من احق الناس بحسن الصحبة)

یہاں جو ماں پر زیادہ زور دیا گیا ہے، مختلف احادیث میں کہیں ماں باپ کا اکٹھا ذکر آیا ہے کہیں الگ الگ آیا ہے تو اس میں اور امکانات ہیں۔ یا تو وہ شخص ماں سے اچھا سلوک نہیں کرتا تھا اس لئے تکرار کے ساتھ بار بار اس کو نصیحت کی گئی کہ تیری ماں۔ دوسرے یہ امر واقعہ ہے کہ ماں سے زیادہ بچے سے کوئی پیار نہیں کر سکتا۔ ماں سے زیادہ بچے کے لئے کوئی دکھ نہیں اٹھا سکتا۔ یہ ایک ایسی پکی بات ہے کہ اس کو حقیقت میں کبھی بھلایا جا ہی نہیں سکتا، اگر کسی انسان کے دل میں شرافت ہو۔ تو ماں اس کو پالتی ہے، ماں اس کے لئے ہر قسم کے دکھ برداشت کرتی ہے، ہر قسم کی گندگی صاف کرتی ہے اور جس طرح وہ پیار کرتی ہے ویسے کوئی اور رشتہ دار پیار نہیں کر سکتا، بیوی بھی پیار نہیں کر سکتی۔

ایک فرضی حکایت ہے مگر ہے بہت سبق آموز۔ کہتے ہیں ایک لڑکے کو اپنی بیوی سے جاہلانہ حد تک عشق تھا اور ایسا جاہلانہ کہ اس کو خُوش کرنے کے لئے ہر بیہودہ حرکت کرنے پر بھی تیار تھا۔ وہ اپنی ساس سے بہت جلتی تھی۔ اور اپنی ساس کو جب اپنے بچے سے پیار کرتے ہوئے دیکھتی تھی تو اس سے اس کے دل میں حسد بھڑک اٹھتا تھا۔ تو ایک روز اس کی بیوی نے اپنے خاوند سے کہا کہ اگر تم مجھے خوش کرنا چاہتے ہو تو اپنی ماں کا سر طشتری میں سجا کر لاؤ ورنہ میرا خیال چھوڑ دو۔ اس بیوقوف بیٹے نے یہ کام کیا کہ طشتری میں اپنی ماں کا سر سجایا جبکہ وہ اپنی بیوی کی طرف آ رہا تھا راستے میں ٹھوکر لگی اور اس کہاوت میں یہ ہے کہ اس کا سر زمین پر گر پڑا تو اس سر سے آواز آئی میرے بچے! تجھے چوٹ تو نہیں لگی۔ پس ماؤں کے دل ایسے ہوا کرتے ہیں۔ اگرچہ یہ کہاوت فرضی ہے مگر ان کے دل ایسے ہی ہوا کرتے ہیں۔

پس ماؤں سے جو غیر معمولی حسن سلوک کے متعلق رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے بالکل صحیح ہے۔ ایسا ہی ہونا چاہئے اور میں امید رکھتا ہوں کہ ساری جماعت میں ماؤں کی عزت کی جائے گی۔

حضرت ابو طفیلؓ بیان کرتے ہیں کہ مَیں نے آنحضرت ﷺ کو مقام جعرانہ میں دیکھا۔ آپؐ گوشت تقسیم فرما رہے تھے۔ اس دوران ایک عورت آئی۔ یہاں تک کہ حضورؐ کے قریب آ گئی تو حضورؐ نے اس کے لئے اپنی چادر بچھا دی اور وہ اس پر بیٹھ گئی۔ مَیں نے لوگوں سے پوچھا یہ خاتون کون ہے؟۔ لوگوں نے بتایا کہ یہ حضورؐ کی رضاعی والدہ ہیں۔ (ابو داؤد کتاب الأدب باب في برالوالدين)

پس ماں کی عزت تو الگ بات ہے اپنی رضاعی والدہ کے لئے آنحضرت ﷺ اس قدر اپنے دل میں احترام رکھتے تھے، اپنی چادر ان کے لئے بچھا دی۔ اگر ماں زندہ ہوتی تو اللہ بہتر جانتا ہے کہ رسول اللہ ﷺ کیا سلوک فرماتے۔ جو اپنی رضاعی والدہ کے لئے ایسا نرم گوشہ رکھتا ہے وہ اپنی حقیقی والدہ کے لئے تو بلاشبہ ایک مثالی بیٹا ثابت ہوتا مگر یہ مقدر نہیں تھا۔ اللہ اپنی حکمتوں کو بہتر جانتا ہے۔

اب میں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کے کچھ حوالے آپ کے سامنے رکھتا ہوں۔ فرماتے ہیں:

"فَلَا تَقُلْ لَّهُمَا اُفٍّ وَّلَا تَنْهَرْهُمَا وَقُلْ لَّهُمَا قَوْلًا كَرِيْمًا (بنی اسرائیل: ۲۴) یعنی اپنے والدین کو بیزاری کا کلمہ مت کہو اور ایسی باتیں ان سے نہ کر جن میں ان کی بزرگواری کا لحاظ نہ ہو۔ اس آیت کے مخاطب تو آنحضرت ﷺ ہیں لیکن دراصل مرجعِ کلام امت کی طرف ہے کیونکہ آنحضرت ﷺ کے والد اور والدہ آپ کی خورد سالی میں ہی فوت ہو چکے تھے اور اس حکم میں ایک راز بھی ہے اور وہ یہ کہ اس آیت سے ایک عقلمند سمجھ سکتا ہے کہ جبکہ آنحضرت ﷺ کو مخاطب کر کے فرمایا گیا ہے کہ تو اپنے والدین کی عزت کر اور ہر ایک بول چال میں ان کے بزرگانہ مرتبہ کا لحاظ رکھ تو

پھر دوسروں کو اپنے والدین کی کس قدر تعظیم کرنی چاہئے۔ اور اسی کی طرف یہ دوسری آیت اشارہ کرتی ہے۔ وَقَضٰی رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ وَبِالْوَالِدَيْنِ اِحْسَانًا۔ (بنی اسرائیل: ۲۴)۔ یعنی تیرے رب نے چاہا ہے کہ تو فقط اسی کی بندگی کر۔ اور والدین سے احسان کر۔ اس آیت میں بُت پرستوں کو جو بُت کی پوجا کرتے ہیں سمجھایا گیا ہے کہ بُت کچھ چیز نہیں ہیں اور بتوں کا تم پر احسان نہیں ہے۔ انہوں نے تمہیں پیدا نہیں کیا اور تمہاری خوردسالی میں وہ تمہارے متکفل نہیں تھے۔ اور اگر خدا جائز رکھتا کہ اس کے ساتھ کسی اور کی بھی پرستش کی جائے تو یہ حکم دیتا کہ تم والدین کی بھی پرستش کرو کیونکہ وہ بھی مجازی رب ہیں اور ہر ایک شخص طبعاً یہاں تک کہ درند چرند بھی اپنی اولاد کو ان کی خوردسالی میں ضائع ہونے سے بچاتے ہیں"۔ یہ ایسا فطری جذبہ ہے کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے دیکھا ہے کہ ہمارے احمد نگر میں ایک مرغی اپنے بچوں کو دانے کھلا رہی تھی تو ایک چیل جھپٹی جو مرغی سے بہت زیادہ طاقتور تھی لیکن وہ اس جوش کے ساتھ اس کو مارنے کے لئے اوپر اٹھی ہے کہ وہ ڈر کے مارے نکل گئی۔ تو ماؤں کے اندر جو جذبہ ہوتا ہے وہ اتنا شدید ہوتا ہے کہ اس سے ان سے بہت زیادہ طاقتور دشمن بھی گھبرا جاتا ہے اور چھوٹے چھوٹے پرندوں کو کئی دفعہ آپ نے دیکھا ہوگا مثلاً نیل کنٹھ، وہ بازوں پر بھی جھپٹتے ہیں۔ اس لئے کہ ان کے گھونسلے میں بیٹھے ہوئے بچوں کو وہ تنگ نہ کرسکیں۔ حالانکہ باز ان کو مار سکتا ہے مگر ان کے جھپٹنے کے انداز سے ڈر جاتا ہے۔ پس اس پہلو سے خوب یاد رکھیں کہ درندوں چرندوں وغیرہ سے بھی سبق سیکھیں۔ ان سب میں ماؤں کے دل میں بچوں کی بہت محبت پائی جاتی ہے۔ تو ان بچوں کو بھی جو انسان کے بچے ہیں ان کو بھی اپنے ماں باپ کی محبت کو یاد رکھنا چاہئے۔ پرندوں کے بچے تو شاید بھول جاتے ہوں گے مگر آخر وہ جوابدہ نہیں ہیں۔ انسان کے بچوں کو اپنے ماں باپ کی خدمت کو بھولنا نہیں چاہئے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں: "ہر شخص طبعاً یہاں تک کہ درند چرند بھی اپنی اولاد کو ان کی خوردسالی میں ضائع ہونے سے بچاتے ہیں۔ پس خدا کی ربوبیت کے بعد ان کی بھی ایک ربوبیت ہے اور جوش ربوبیت کا بھی خدا تعالیٰ کی طرف سے ہے"۔

(حقیقۃ الوحی روحانی خزائن جلد ۲۲ صفحہ ۲۱۴)

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"تم ماں باپ سے نیکی کرو اور قریبیوں سے اور یتیموں سے اور مسکینوں سے اور ہمسایہ سے جو تمہارا قریبی ہے اور ہمسایہ سے جو بیگانہ ہے اور مسافر سے اور نوکر اور غلام اور گھوڑے اور بکری اور گائے سے، حیوانات سے جو تمہارے قبضہ میں ہوں۔ کیونکہ خدا کو جو تمہارا خدا ہے یہی عادتیں پسند ہیں۔ وہ لاپرواہوں اور خود غرضوں سے محبت نہیں کرتا"۔ (اسلامی اصول کی فلاسفی، روحانی خزائن جلد ۱۰ صفحہ ۳۵۸)

پھر فرماتے ہیں: "جو شخص اپنے ماں باپ کی عزت نہیں کرتا اور امور معروفہ میں جو خلاف قرآن نہیں ہیں ان کی بات کو نہیں مانتا اور ان کی تعہدِ خدمت سے لاپرواہ ہے وہ میری جماعت میں سے نہیں ہے"۔ (کشتیٔ نوح، روحانی خزائن جلد ۱۹ صفحہ ۱۹)

پھر فرماتے ہیں: "وَ يُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰى حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا (الدھر: ۹) اس آیت میں مسکین سے مراد والدین بھی ہیں"۔ (ملفوظات جلد سوم، جدید ایڈیشن۔ صفحہ ۵۹۹)۔

اب یہ ایک بہت ہی عارفانہ نکتہ ہے جو پہلے کسی عالم کو نہیں سوجھا کہ اس میں مسکین سے مراد والدین بھی ہیں۔ جو اپنی دلی مسکینی اور عاجزی کی وجہ سے بچوں سے کچھ مطالبہ نہیں کرتے، کچھ نہیں کہتے کہ ان کو کیا ضرورت ہے۔ تو ایسے بچوں کو چاہئے کہ خود اپنے والدین کی احتیاجوں اور ضرورتوں پر نگاہ رکھیں اور ان کی ہر ضرورت کو ان کے مانگنے سے پہلے دے دیا کریں۔ کیونکہ مسکین وہ ہے جو مانگتا نہیں، غربت اور بدحالی کے باوجود مانگتا نہیں۔ اور ان کے اس تعفّف کی وجہ سے بعض لوگ ان کو اغنیاء سمجھ لیتے ہیں۔ تو سب سے پہلے تو ماں باپ کی ضرورتوں پر دھیان ہونا چاہئے۔ ان کو موقعہ ہی نہیں دینا چاہئے کہ ان کو مانگنے کی ضرورت پڑے اور مسکین سمجھتے ہوئے یعنی دل کے مسکین سمجھتے ہوئے ان کی ضرورت کو مانگنے سے پہلے ہی پورا کر دینا چاہئے۔

پھر فرماتے ہیں: "خدا نے یہ چاہا ہے کہ کسی دوسرے کی بندگی نہ کرو اور والدین سے احسان کرو۔ حقیقت میں کیسی ربوبیت ہے کہ انسان بچہ ہوتا ہے اور کسی قسم کی طاقت نہیں رکھتا۔ اس حالت میں ماں کیا کیا خدمات کرتی ہے اور والد اس حالت میں ماں کی مہمات کا کیسے متکفل ہوتا ہے"۔ اس میں ایک روزمرہ کا فطری سبق ہے۔ بسا اوقات ایسا ہوتا ہے کہ اگر اچھا جوڑا ہو ماں اگر بچے کو سنبھال رہی ہے تو باپ گھر کے دوسرے کام کر رہا ہوتا ہے تاکہ ماں پر یہ بوجھ نہ پڑے اور اللہ تعالیٰ کے فضل سے ہماری جماعت میں بکثرت ایسے لوگ ہیں۔ ملاقات کے دوران جو اوپر کلاس لگ رہی ہوتی ہے میں پوچھا کرتا ہوں کہ آپ کی بیوی کہاں ہے۔ تو کہتا ہے کہ میں یہاں آیا ہوں کلاس پر تو بیوی بچوں کو سنبھال رہی ہے۔ کبھی بیوی ہوتی ہے اور بچے ہوتے ہیں۔ میں پوچھتا ہوں کہ آپ کے میاں کہاں ہیں تو کہتی ہے کہ گھر کے چھوٹے بچوں کو سنبھالنے کے لئے میاں گھر رہ گئے ہیں اور جو بڑے بچے ہیں میرے ساتھ آ گئے ہیں۔ تو یہ نیک عادت ہماری جماعت میں خدا تعالیٰ کے فضل سے بکثرت پائی جاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ اس عادت کو استقامت اور دوام بخشے۔

"یاد رکھنا چاہئے کہ ماں باپ کی محبت عارضی ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت حقیقی ہے"۔ یعنی ماں باپ کی محبت پر زور دینے کے بعد اس طرف متوجہ فرمایا ہے کہ اصل ربّ تو اللہ ہے اور یہ ماں اور باپ ثانوی رنگ میں ربّ بنتے ہیں۔ تو یاد رکھو کہ "ماں باپ کی محبت تو عارضی ہے اور خدا تعالیٰ کی محبت حقیقی ہے۔ اور جب تک قلوب میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے القاء نہ ہو، کوئی فرد بشر خواہ دوست ہو یا کوئی برابر درجہ کا ہو یا کوئی حاکم ہو، کسی سے محبت نہیں کر سکتا اور یہ خدا کا کمال ربوبیت کا راز ہے کہ ماں باپ بچوں سے ایسی محبت کرتے ہیں کہ ان کے تکفل میں ہر قسم کے دکھ شرح صدر سے اٹھاتے ہیں یہاں تک کہ ان کی زندگی کے لئے مرنے سے بھی دریغ نہیں کرتے"۔ (روئیداد جلسہ دعا۔ صفحہ ۱۱)

ہمارے شہداء کے واقعات میں ایسے واقعات کثرت سے آتے ہیں کہ ماں اپنے بچوں کو بچاتے ہوئے شہید ہو گئی۔ یہ ماؤں کے دل کی حالت ہے اور بدقسمت ہیں وہ لوگ جو ان دلوں کو بھلا دیتے ہیں۔

پھر حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں:

"پہلی حالت انسان کی نیک بختی کی ہے کہ والدہ کی عزت کرے۔ اویس قرنیؓ کے لئے بسا اوقات رسول اللہ ﷺ یمن کی طرف منہ کر کے کہا کرتے تھے کہ مجھے یمن کی طرف سے خدا کی خوشبو آتی ہے۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے کہ وہ اپنی والدہ کی فرمانبرداری میں بہت مصروف رہتا ہے اور اسی وجہ سے میرے پاس بھی نہیں آسکتا۔ بظاہر یہ بات ایسی ہے کہ پیغمبر خدا ﷺ موجود ہیں، مگر وہ ان کی زیارت نہیں کر سکتے۔ صرف اپنی والدہ کی خدمت گزاری اور فرمانبرداری میں پوری مصروفیت کی وجہ سے۔ مگر میں دیکھتا ہوں کہ رسول اللہ ﷺ نے دو ہی آدمیوں کو السلام علیکم کی خصوصیت سے وصیت فرمائی۔ یا اویسؓ کو یا مسیح کو۔ یہ ایک عجیب بات ہے، جو دوسرے لوگوں کو ایک خصوصیت کے ساتھ نہیں ملی۔ چنانچہ لکھا ہے کہ جب حضرت عمرؓ ان سے ملنے کو گئے (یعنی اویس قرنیؓ کو) تو اویس نے فرمایا کہ والدہ کی خدمت میں مصروف رہتا ہوں اور میرے اونٹوں کو فرشتے چرایا کرتے ہیں"۔ مطلب ہے کہ ان کو چھوڑ دیتے تھے اور خدا کے فرشتے ان کا دھیان رکھتے تھے۔ وہ چر کر خود ہی واپس آجایا کرتے تھے۔ "ایک تو یہ لوگ ہیں جنہوں نے والدہ کی خدمت میں اس قدر سعی کی اور پھر یہ قبولیت اور عزت پائی۔ ایک وہ ہیں جو پیسہ پیسہ کے لئے مقدمات کرتے ہیں اور والدہ کا نام ایسی بری طرح لیتے ہیں کہ رذیل قومیں چوہڑے چمار بھی کم لیتے ہونگے۔ ہماری تعلیم کیا ہے؟ صرف اللہ اور رسول اللہ ﷺ کی پاک ہدایت کا بتلا دینا ہے۔ اگر کوئی میرے ساتھ تعلق ظاہر کر کے اس کو ماننا نہیں چاہتا تو وہ ہماری جماعت میں کیوں داخل ہوتا ہے؟ ایسے نمونے سے دوسروں کو ٹھوکر لگتی ہے اور وہ اعتراض کرتے ہیں کہ ایسے لوگ ہیں جو ماں باپ تک کی بھی عزت نہیں کرتے۔

میں تم سے سچ سچ کہتا ہوں کہ مادر پدر آزاد کبھی خیر و برکت کا منہ نہ دیکھیں گے۔ پس نیک نیتی کے ساتھ اور پوری اطاعت اور وفاداری کے رنگ میں خدا رسول کے فرمودہ پر عمل کرنے کو تیار ہو جاؤ۔ بہتری اسی میں ہے، ورنہ اختیار ہے۔ ہمارا کام صرف نصیحت کرنا ہے"۔

(ملفوظات جلد اول جدید ایڈیشن۔ صفحہ ۱۹۵، ۱۹۶)

پھر اسی تعلق میں فرماتے ہیں:

"ماں کی اپنے بچے سے محبت ایک طبعی اور فطری تقاضا پر مبنی ہے نہ کسی طمع پر۔ دیکھو بعض اوقات ایک ماں ساٹھ برس کی بڑھیا ہوتی ہے اس کو کوئی توقع خدمت کی اپنے بچے سے نہیں ہوتی کیونکہ اس کو کہاں یہ خیال ہوتا ہے کہ میں اس کے جوان اور لائق ہونے تک زندہ بھی رہوں گی۔ غرض ایک ماں کا اپنے بچے سے محبت کرنا بلا کسی خدمت یا طمع کے خیال کے فطرتِ انسانی میں رکھا گیا ہے۔ ماں خود اپنی جان پر دکھ برداشت کرتی ہے مگر بچے کو آرام پہنچانے کی کوشش کرتی ہے۔ خود گیلی جگہ پر لیٹتی ہے اور اسے خشک حصہ بستر پر جگہ دیتی ہے"۔ کئی بچے رات کو پیشاب کر دیتے ہیں۔ ان کو ماں کو دھونا پڑتا ہے لیکن گیلی جگہ پر بچوں کو نہیں لٹاتی۔ ان کو جو خشک حصہ اپنے نیچے تھا، اس پر ڈال دیتی ہے اور خود بچوں کی گیلی جگہ پر لیٹ جاتی ہے۔ بیمار ہو جائے تو راتوں جاگتی اور طرح طرح کی تکالیف برداشت کرتی ہے۔ اب بتاؤ کہ ماں جو کچھ اپنے بچے کے واسطے کرتی ہے اس میں تصنع اور بناوٹ کا کوئی بھی شعبہ پایا جاتا ہے؟"۔ (ملفوظات جلد پنجم جدید ایڈیشن صفحہ ۶۶۳، ۶۶۴)

پھر ملفوظات میں ہے:

"ظہر کے وقت حضور نے ایک نووارد صاحب سے ملاقات کی اور ان کو تاکید کی کہ وہ اپنے والد کے حق میں جو سخت مخالف ہیں دعا کیا کریں۔ انہوں نے عرض کی کہ حضور میں دعا کیا کرتا ہوں اور حضور کی خدمت میں بھی دعا کے لئے ہمیشہ لکھا کرتا ہوں۔ حضرت اقدس نے فرمایا کہ

"توجہ سے دعا کرو۔ باپ کی دعا بیٹے کے واسطے اور بیٹے کی دعا باپ کے واسطے قبول ہوا کرتی ہے۔ اگر آپ بھی توجہ سے دعا کریں تو اس وقت ہماری دعا کا بھی اثر ہوگا"۔(ملفوظات جلد دوم جدید ایڈیشن صفحہ ۵۰۲)

یہاں باپ کا خصوصیت سے ذکر فرمایا ہے۔ معلوم ہوتا ہے باپ سخت گیر تھا اور وہ زیادہ مخالف تھا اور ماں اس کے نیچے دبی ہوئی تھی۔ پس باپ کے لئے دعا اور نصیحت کا ذکر فرمایا ہے۔ اس کے اثر کے تابع۔ اگر وہ احمدی ہو جاتا تو اس کی ماں بھی ہو جاتی۔

بٹالہ کے سفر کے دوران حضرت اقدس علیہ السلام شیخ عبدالرحمٰن صاحب قادیانی سے ان کے والد صاحب کے حالات دریافت فرماتے رہے اور نصیحت فرمائی کہ:"ان کے حق میں دعا کیا کرو۔ ہر طرح اور حتی الوسع والدین کی دلجوئی کرنی چاہئے۔ اور ان کو پہلے سے ہزار چند زیادہ اخلاق اور اپنا پاکیزہ نمونہ دکھلا کر اسلام کی صداقت کا قائل کرو۔ اخلاقی نمونہ ایسا معجزہ ہے کہ جس کی دوسرے معجزے برابری نہیں کر سکتے۔ سچے اسلام کا یہ معیار ہے کہ اس سے انسان اعلیٰ درجے کے اخلاق پر ہو جاتا ہے اور وہ ایک مُمیّز شخص ہوتا ہے۔ شاید خدا تعالیٰ تمہارے ذریعہ ان کے دل میں اسلام کی محبت ڈال دے۔ اسلام والدین کی خدمت سے نہیں روکتا۔ دنیوی امور میں جن سے دین کا حرج نہیں ہوتا، ان کی ہر طرح سے پوری فرمانبرداری کرنی چاہئے۔ دل و جان سے ان کی خدمت بجالاؤ"۔(ملفوظات جلد دوم جدید ایڈیشن صفحہ ۴۹۲)

روایت بیان کرنے والا بیان کر رہا ہے کہ حضرت مولوی عبدالکریم صاحبؓ کی والدہ یہاں آئی ہوئی ہیں۔ انہوں نے اپنی والدہ کی پیری اور ضعف کا اور ان کی خدمت کا جو وہ کرتے ہیں ذکر کیا۔ حضرتؑ نے فرمایا:

"والدین کی خدمت ایک بڑا بھاری عمل ہے۔ حدیث شریف میں آیا ہے کہ دو آدمی بڑے بدقسمت ہیں۔ ایک وہ جس نے رمضان پایا اور رمضان گزر گیا اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے اور دوسرا وہ جس نے والدین کو پایا اور والدین گزر گئے اور اس کے گناہ نہ بخشے گئے۔ والدین کے سایہ میں جب بچہ ہوتا ہے تو اس کے تمام ہم و غم والدین اٹھاتے ہیں۔ جب انسان خود دنیوی امور میں پڑتا ہے تب انسان کو والدین کی قدر معلوم ہوتی ہے۔ خدا تعالیٰ نے قرآن شریف میں والدہ کو مقدم رکھا ہے کیونکہ والدہ بچہ کے واسطے بہت دکھ اٹھاتی ہے۔ کیسی ہی متعدی بیماری بچہ کو ہو، چیچک ہو، ہیضہ ہو، طاعون ہو، ماں اس کو چھوڑ نہیں سکتی۔

ہماری لڑکی کو ایک دفعہ ہیضہ ہو گیا تھا۔ ہمارے گھر سے اس کی تمام قے وغیرہ اپنے ہاتھ پر لیتی تھیں۔ ماں سب تکالیف میں بچہ کی شریک ہوتی ہے۔ یہ طبعی محبت ہے جس کے ساتھ کوئی دوسری محبت مقابلہ نہیں کر سکتی۔ خدا تعالیٰ نے اسی کی طرف قرآن شریف میں اشارہ کیا ہے کہ "اِنَّ اللّٰہَ یَأمُرُ بِالْعَدْلِ وَالْاِحْسَانِ وَاِیْتَایِٔ ذِی الْقُرْبٰی "۔(النحل :۹۱)۔

(ملفوظات جلد چہارم، جدید ایڈیشن۔ صفحہ ۲۸۹،۲۹۰)

پھر روایت ہے کہ ایک شخص نے سوال کیا کہ یا حضرت والدین کی خدمت اور ان کی فرمانبرداری اللہ تعالیٰ نے انسانوں پر فرض کی ہے مگر میرے والدین حضور کے سلسلۂ بیعت میں داخل ہونے کی وجہ سے مجھ سے سخت بیزار ہیں اور میری شکل تک دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ چنانچہ جب میں حضور کی بیعت کے واسطے آنے کو تھا تو انہوں نے مجھے کہا کہ ہم سے خط و کتابت بھی نہ کرنا اور اب ہم تمہاری شکل بھی دیکھنا پسند نہیں کرتے۔ اب میں اس فرض الٰہی کی تعمیل سے کس طرح سبکدوش ہو سکتا ہوں۔ فرمایا کہ:

"قرآن شریف جہاں والدین کی فرمانبرداری اور خدمت گزاری کا حکم دیتا ہے وہاں یہ بھی فرماتا ہے کہ رَبُّکُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِی نُفُوسِکُمْ اِنْ تَکُونُوا صَالِحِیْنَ فَاِنَّہٗ کَانَ لِلْاَوَّابِیْنَ غَفُوْرًا(بنی اسرائیل:۲۶) اللہ تعالیٰ خوب جانتا ہے جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے اگر تم صالح ہو تو وہ اپنی طرف جھکنے والوں کے واسطے غفور ہے۔ صحابہ (رضوان اللہ علیہم) کو بھی ایسے مشکلات پیش آگئے تھے کہ دینی مجبوریوں کی وجہ سے ان کی ان کے والدین سے نزاع ہو گئی تھی۔ بہر حال تم اپنی طرف سے ان کی خیریت اور خبر گیری کے واسطے ہر وقت تیار رہو۔ جب کوئی موقعہ ملے اسے ہاتھ سے نہ دو۔ تمہاری نیت کا ثواب تم کو مل کے رہے گا۔ اگر محض دین کی وجہ سے اور اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم کرنے کے واسطے والدین سے الگ ہونا پڑا ہے تو یہ ایک مجبوری ہے۔ اصلاح کو مدنظر رکھو اور نیّت کی صحت کا لحاظ رکھو اور ان کے حق میں دعا کرتے رہو۔ یہ معاملہ کوئی آج نیا نہیں پیش آیا۔ حضرت ابراہیمؑ کو بھی ایسا واقعہ پیش آیا تھا۔ بہر حال خدا کا حق مقدم ہے۔ پس خدا تعالیٰ کو مقدم کرو اور اپنی طرف سے والدین کے حقوق ادا کرنے کی کوشش میں لگے رہو اور ان کے حق میں دعا کرتے رہو"۔

(ملفوظات جلد پنجم جدید ایڈیشن صفحہ نمبر ۴۵۰)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے صحابہ رضوان اللہ علیہم کا ذکر فرمایا ہے کہ ان کو بھی ایسی دقتیں درپیش تھیں۔ اس سلسلہ میں ایک حدیث بیان کر کے جس کا حوالہ نہیں مگر زبانی مجھے یاد ہے اس خطبہ کو میں ختم کرتا ہوں۔

آنحضرت ﷺ سے ایک بچے کو بہت عشق تھا۔ چھوٹی عمر میں ہی وہ رسول اللہ ﷺ کا شیدائی تھا اور اس کی ماں اسلام اور رسول اللہ ﷺ کی شدید دشمن تھی اور وہ ہر وقت اسے تنگ کیا کرتی تھی۔ کہتی تھی کہ میں تمہیں اپنا دودھ نہیں بخشوں گی اگر تم نے محمد رسول اللہ کو نہ چھوڑا۔ اور بیٹا خاموش رہتا تھا۔ ایک دفعہ بہت تنگ آنے کے بعد اس نے اپنی ماں سے کہا: اے میری ماں! تو مجھے بہت پیاری ہے۔ میں جانتا ہوں کہ تو نے کن دکھوں سے مجھے پالا ہے۔ مگر خدا کی قسم محمد رسول اللہ مجھے تم سے بھی پیارے ہیں۔ اگر میرے سامنے سسک سسک کر تو اپنی سو جانیں بھی دے دے تب بھی میں تجھے چھوڑ دوں گا، محمد رسول اللہ کو نہیں چھوڑوں گا۔ پس دین کے معاملہ میں خدا تعالیٰ کی طرف سے یہی حکم ہے کہ اگر ماں باپ کوئی ظلم کر رہے ہیں، زبردستی کر رہے ہیں تو دین میں ان کی اطاعت نہیں کرنی لیکن روزمرہ کے کاموں میں ان سے احسان کا سلوک کرو۔ جہاں تک ممکن ہو ان کو ہر طرح کی سہولت بہم پہنچاؤ۔